۱۔ مولانا محمد عبید الرحمٰن (علیگ)
۲۔ مولانا ضیاء الدین اصلاحی

دو اہم مکتوب

المعارف کے گزشتہ شماروں میں مشاہیر کے جو غیر مطبوعہ مکتوبات شائع ہوئے ہیں، ان سے متعلق دو مکتوب موصول ہوئے ہیں جو بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔ ایک مکتوب گرامی بہادل پور کے ممتاز عالم و محقق مولانا محمد عبید الرحمٰن علیگ کا ہے۔ اس میں انھوں نے مولوی فیض محمد، مولوی فضل محمد اور ان کے خاندان کا تعارف کرایا ہے۔ یہ ایک بہت معلوماتی مکتوب ہے، جس پر ہم ان کے شکر گزار ہیں۔

دوسرا مکتوب دار المصنفین اعظم گڑھ کے فاضل مصنف اور موقر معاصر ماہنامہ "معارف" (اعظم گڑھ) کی مجلس ادارت کے معزز رکن مولانا ضیاء الدین اصلاحی نے ارسال فرمایا ہے۔ اس میں مولانا حسرت موہانی اور ان کے اخبار "مستقل" کے بارے میں ایسی قیمتی معلومات ہم پہنچائی ہیں جو ہمارے علم میں نہ تھیں۔ ان کا مکتوب موصول ہوا تو جولائی ۱۹۸۳ کے "معارف" اور اسی مہینے اور سال کے "جامعہ" (دہلی) کے شمارے دیکھے، ان میں "انتخاب مستقل" پر جو تبصرے کیے گئے ہیں ان سے مولانا حسرت موہانی کی صحافتی زندگی کے بعض اہم پہلوؤں کی وضاحت ہوتی ہے۔ افسوس ہے یہ تبصرے ہماری نظر سے اوجھل ہو گئے اور اسی وجہ سے "مستقل" کا تعارف نہ کرایا جا سکا۔ ہم مولانا ضیاء الدین اصلاحی کے شکر گزار ہیں کہ انھوں نے یاد فرمایا اور اس فروگزاشت کی طرف توجہ دلائی۔ ذیل میں مولانا محمد عبید الرحمٰن (علیگ) اور مولانا ضیاء الدین اصلاحی کے مکتوب ان کے شکریے کے ساتھ درج کیے جاتے ہیں۔ (مدیر)

(۱)

فروری ۱۹۸۳

مکرمی و محترمی جناب بھٹی صاحب

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ، مزاج گرامی

عرصہ سے ماہنامہ "المعارف" کا خریدار ہوں۔ ایک مرتبہ اہل قلم کانفرنس اسلام آباد میں آپ کے ادارہ

سے متعلق مولانا محمد حنیف صاحب ندوی سے ہائی دے ان میں ساتھ رہا، جس کی خوش گوار یادیں بندہ کے دل و دماغ میں محفوظ ہیں۔ ۱۹۸۲ء میں ایک دفعہ صوبائی کونسل پنجاب کے اجلاس میں شمولیت کے لئے ان آپ کے ادارہ میں حاضر ہوا۔ آپ موجود نہ تھے، البتہ مولانا صاحب سے ملاقات کی سعادت حاصل ہوگئی اور کچھ کتابیں خرید کر کے واپس چلا گیا۔

المعارف کا شمارہ ماہ فروری ملا ہے اس میں "مشاہیر کے چار غیر مطبوعہ مکتوبات" کے عنوان سے میرے ایک مرحوم دوست مولوی محمد فضل اللہ کے کتب خانہ "دالفیض" میں محفوظ چار خطوط درج کیے گئے ہیں۔ میں نے ضرورت محسوس کی ہے کہ اس بارے میں آپ کی معلومات میں اضافہ کروں۔

مولوی فیض محمد ڈسٹرکٹ جج کا تعلق بہاول پور کے نہایت ہی معزز گھرانے سے ہے جس کے بزرگ دین داری اور علم و فضل کے اعتبار سے معروف ہیں اور آج بھی قاضی عظیم الدین صاحب قاضی شہر جو علم و تقویٰ کی اس خاندان میں آخری نشانی نظر آتے ہیں عوام و خواص میں بے حد ممتاز حیثیت رکھتے ہیں۔

اس خاندان کا مکمل تذکرہ بہاول پور کے مشہور ماہنامہ "العزیز" کے کسی شمارے میں تفصیل سے درج ہے۔ کیونکہ اس کے بانی مولانا محمد عزیز الرحمٰن مرحوم نے بہاول پور کے مشاہیر کا تذکرہ سلسلہ وار اس میں شروع کیا تھا۔ اس کے پرچے دستاویزی حیثیت کے حامل ہیں۔

ایک مرتبہ میں نے خود ایک تحقیقی مضمون "نظم الورع دا اصلی مصنف" کے عنوان سے سرائیکی میں کراچی کے ایک رسالہ کے لیے تفصیل سے لکھا تھا جو شائع ہوا، اس میں لاہور سے اس خاندان کی مہاراجہ رنجیت سنگھ کے دور میں بہاول پور منتقلی پر روشنی ڈالی تھی۔

آپ نے "المعارف" میں مکتوبات کا ذکر کرتے ہوئے مولوی فضل محمد لکھا ہے۔ ان کا یہی نام تھا جو غالباً آپ نے والد مولوی فیض محمد صاحب کی وفات کے بعد محمد فضل اللہ میں تبدیل کر دیا اور اسی نام سے احباب کو مخاطب کرنے کی تاکید فرماتے تھے۔

مکتوب نمبر ۳ جو مولانا ابوالکلام علیہ الرحمۃ کا درج کیا گیا ہے اس میں مولوی عبدالعزیز صاحب کا ذکر ہے جس کے فٹ نوٹ میں آپ نے مولوی عبدالعزیزؒ کا تعارف کرایا ہے۔ میں ان کا آپ کو مزید تعارف کراتا ہوں۔ اس بزرگ کا نام محمد عزیز الرحمٰن تھا جن کی علمی اور ادبی خدمات کے اعتراف میں والیٔ ریاست بہاول پور سر صادق محمد

خان خامس مرحوم نے "دبیر الملک" کا خطاب سرکاری طور پر عنایت کیا تھا۔ یہ بھی ریاست بہاول پور میں ڈسٹرکٹ جج و ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ہونے کے ساتھ ناظم تالیفات اور سپرنٹنڈنٹ میوزیم سلطانی تھے۔ اس وقت تک ریاست بہاول پور میں عدلیہ اور انتظامیہ جدا تھی۔ ریاست کی تاریخ، جغرافیہ، تمدن کے علاوہ کئی دینی کتب اور بزرگانِ دین کے تذکرے ان کی یادگار ہیں۔ زندگی کے آخری سالوں میں خواجہ غلام فرید علیہ الرحمہ کے سرائیکی دیوان کا اردو میں ترجمہ اور شرح مکمل کی، جو ان کی وفات یکم جنوری ۱۹۴۴ء کے بعد اسی سال ان کے نامور فرزند مولانا محمد حفیظ الرحمٰن نے شائع کر دی۔

دیوان خواجہ فرید کے ترجمہ اردو کے محرک سردار دیوان سنگھ مفتون تھے جو منٹگمری جیل میں ڈیرہ غازی خان کے ایک قیدی سے کافی خواجہ فرید سن کر مسحور ہوئے تھے اور عالی حضرت امیر آف بہاول پور کو اس کے ترجمہ کے لیے توجہ دلائی تھی۔

آپ یقیناً خوش ہوں گے کہ دبیر الملک کے خاندان کے تقریباً ہر فرد نے کوئی نہ کوئی کتاب ضرور تصنیف کی ہے۔ ان کے والد مولانا غلام رسول علیہ الرحمہ کا اور ان کا ذکر "تذکرہ علمائے پنجاب" میں بھی آچکا ہے۔ دبیر الملک علیہ الرحمہ اور ان کے اکلوتے فرزند مولانا محمد حفیظ الرحمٰن مرحوم نے درجنوں کتابیں اپنی یادگار چھوڑی ہیں۔ مؤخر الذکر نے چچ نامہ کا اردو ترجمہ شائع کیا تو سندھی ادبی بورڈ نے اپنے ہی سندھ کے اس قدیم ماخذ کو تقریباً تیس سال بعد اردو میں ترجمہ کر کے شائع کیا۔ تاریخ اوچ بھی تقریباً پچاس سال پہلے لکھ کر شائع کی تھی۔ آخر میں کلام اللہ شریف کا مکمل سرائیکی ترجمہ بھی شائع کیا۔ "العزیز" کو بھی جاری رکھا جو اس سرزمین کی تاریخی اور تمدنی دستاویز ہے۔

جب سر عبدالقادر مرحوم عدالت عالیہ ہائی کورٹ بغداد الجدید کے چیف جسٹس ہو کر بہاول پور آئے تو فرائض منصبی کے علاوہ زیادہ وقت ان کا دبیر الملک علیہ الرحمہ کے ہاں گزرتا تھا۔ مولانا فیض محمد (والد مولوی فضل اللہ مرحوم) اور جسٹس محمد اکبر خان صاحب مرحوم بھی اسی سنگت کے فرد تھے، جن کے ڈسٹرکٹ جج کے زمانے کا فیصلہ بہاول پور (مرزائیت کو خارج اسلام قرار دیا) ایک ایسا کارنامہ ہے جو ہمیشہ زندہ رہے گا۔

سر عبدالقادر مرحوم نے لاہور میں ایک مرتبہ لاہور کے فضلا جن میں مسلمانوں کے علاوہ ہندو اور سکھ اہل قلم شامل تھے مولانا محمد عزیز الرحمٰن کو لاہور میں استقبالیہ دیا جس کی یادگار تصویر بھی محفوظ رہی ہے۔

راقم نے بہاول پور میں حضرت دبیر الملک اور مولانا حفیظ الرحمٰن بہاول پوری کی یادگار کے طور پر "دبیر الملک"

لائبریری قائم کی ہے جس میں بفضل تعالیٰ دس ہزار سے زائد کا ذخیرۂ کتب ہو چکا ہے۔ اس کے لیے عمارت بھی زیر تعمیر ہے۔

بندہ البتہ اپنے آپ کو ننگ اسلاف ہونے کا اعتراف کرتا ہے۔ مسائل بہاول پور پر کئی پمفلٹ لکھے، حال ہی میں ببلوگرافی سرائیکی کتب کی جلد اول شائع ہو چکی ہے جس کے لیے بڑی کوشش کرنی پڑی، اب دوسری جلد مرتب کرنا چاہتا ہوں۔ دعا فرمائیں۔ حضرت مولانا ندوی صاحب کو سلام عرض کر دیں، ممنون ہوں گا۔ والسلام

بندہ محمد عبید الرحمٰن بہاول پوری (علیگ)

(۲)

۱۴ اپریل ۱۹۸۴

مکرمی جناب اڈیٹر صاحب رسالہ "المعارف"

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

امید ہے مزاج گرامی بخیر ہوگا۔

مارچ ۱۹۸۴ کا "المعارف" موصول ہوا، اس میں "مشاہیر کے تین غیر مطبوعہ مکتوبات" کے زیر عنوان جو پہلا خط درج ہے وہ مولانا حسرت موہانی مرحوم کا ہے، اس مکتوب کے آخر میں "مستقل" کا ذکر بھی آگیا ہے جس پر یہ حاشیہ تحریر کیا گیا ہے: "یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ ۳۶ - ۱۹۳۵ء میں "مستقل" نام کا رسالہ کہاں سے نکلتا تھا اور اس کی ادارت و ترتیب کے فرائض کون بزرگ انجام دیتے تھے۔ اس زمانے میں یہ کوئی معیاری رسالہ رہا ہوگا جس کو مولانا حسرت موہانی اس قدر اہمیت دیتے ہیں ــــ محمد کامران فاروقی نے اپنے مکتوب میں یہ تو لکھا ہے کہ "اس کی کافی جلدیں الفیض لائبریری میں موجود ہیں لیکن اس کے مقام اشاعت اور ایڈیٹر کا نام نہیں لکھا۔ یہ بھی نہیں لکھا کہ یہ جلدیں کن تاریخوں اور رسالوں کی ہیں۔" (المعارف مارچ ۱۹۸۴، ص ۴۸)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان میں ہونے والے علمی، تحقیقی اور ادبی کاموں سے پاکستان کے لوگوں کو زیادہ واقفیت نہیں ہے اور غالباً اسی طرح ہندوستان والے پاکستان کے کاموں سے بے خبر رہتے ہیں۔ اس کی وجہ دونوں ملکوں کا مواصلاتی نظام ہے۔ کاش دونوں ملکوں کی ڈاک کا نظام بہتر ہو جاتا۔

مولانا حسرت موہانی پر ہندوستان میں کافی کام ہوا ہے۔ گورکھپور یونیورسٹی کے شعبہ اردو کے استاذ ڈاکٹر احمر لاری نے مولانا پر ڈاکٹریٹ کی ڈگری لی ہے، ان کا تحقیقی مقالہ برسوں پہلے چھپ چکا ہے، لاری صاحب نے اس کے علاوہ بھی حسرت پہ کام کیا ہے اور ان کی کئی کتابیں بھی اس موضوع پر شائع ہوئی ہیں۔

مولانا حسرت کی ادارت میں "اردوئے معلی" اور "تذکرۃ الشعرا" کے علاوہ "مستقل" بھی کئی برس تک شائع ہوتا رہا ہے۔ یہ ان کے علی گڑھ چھوڑنے ۔ ۔ کان پور میں مستقل قیام کے زمانہ میں پہلی دفعہ ۱۹۲۸ء میں جاری ہوا تھا۔ ۱۹۲۹ء تک یہ روزانہ رہا، پھر ۱۹۳۰ء، ۱۹۳۱ء اور ۱۹۳۲ء میں دو روزہ، سہ روزہ اور ہفتہ وار نکلتا رہا۔ جنوری ۱۹۳۳ء سے یہ ماہانہ ہوا اور ۱۹۳۶ء سے اردوئے معلی کے ساتھ بطور ضمیمہ شائع ہونے لگا۔

مگر اب مستقل کی فائل کم یاب ہیں۔ راقم کے ایک دوست اور گورکھپور کے ایک ذی علم و صاحبِ ذوق رئیس جناب محمد حامد علی صاحب کے ذاتی کتب خانہ میں "مستقل" کے اکثر پرانے شمارے موجود تھے، انھوں نے دو تین برس قبل "انتخابِ مستقل" کے نام سے اس کے اداریوں کا ایک انتخاب مرتب کیا ہے جسے اترپردیش اردو اکیڈمی لکھنؤ نے اہتمام سے شائع کیا ہے۔

دراصل اخبار کی حیثیت سے "مستقل" زیادہ اہم نہ تھا، تاہم اس سے حسرت کے سیاسی خیالات و نظریات کو سمجھنے میں بڑی مدد ملتی ہے، بلکہ خبروں اور مضامین کا وہی انداز ہے جو اردوئے معلی میں شائع ہونے والے حسرت کے مضامین اور تبصروں کا ہے۔

جناب محمد حامد علی صاحب رئیس گورکھپور نے "مستقل" کے اداریوں کا جو انتخاب مرتب کیا ہے ان میں گزشتہ نصف صدی قبل کے اہم قومی، ملی اور سیاسی واقعات و مسائل پر حسرت نے بے لاگ اظہارِ خیال کیا ہے۔ اس سے ان کی بے باکی اور حق گوئی اور خاص رنگ کے علاوہ ان کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں کی عکاسی ہوتی ہے۔

جناب محمد حامد علی صاحب کے قلم سے "انتخابِ مستقل" کے شروع میں ایک مقدمہ بھی ہے جس میں حسرت کی صحافت اور مستقل اخبار کے متعلق مفید اور ضروری معلومات کے علاوہ اس کے مضامین اور اداریوں کی خصوصیات پر بھی روشنی ڈالی ہے۔

آپ کی نظر سے معارف (اعظم گڑھ) اور جامعہ (دہلی) تو گزرتا ہوگا، آپ کے رسالہ میں دونوں کے مضامین

کے عنوانات شائع ہوتے ہیں۔ دونوں میں جناب حامد علی صاحب کی کتاب پر تبصرے چھپ چکے ہیں، جولائی ۱۹۸۳ء کے معارف میں میرے ہی قلم سے "انتخاب مستقل" پر ریویو شائع ہوا ہے۔

اگر نامناسب نہ ہو تو اپنے رسالہ میں میرا خط شائع کر دیں تاکہ مولانا حسرت موہانی کی ادارت میں شائع ہونے والے اس اخبار کے بارے میں آپ کے قارئین کو تھوڑی بہت واقفیت ہو جائے۔

پتا نہیں آپ کے یہاں مجھ جیسے گم نام شخص سے کوئی واقف بھی ہے یا نہیں ؟

ہم سا کوئی گم نام زمانے میں نہ ہو گا گم ہو وہ نگین جس پہ کھدے نام ہمارا

بہرحال اگر کوئی صاحب واقف ہوں تو ان سے سلام مسنون عرض کر دیں۔

والسلام

ضیاء الدین اصلاحی

دار المصنفین، شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ، یوپی (انڈیا)